امام رضاؑ کے کلام میں حدیث فہمی کے اصول و ضوابط

مولف: محمود کریمی بناد کوکی

خلاصہ

اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات میں فقہ الحدیث (حدیث فہمی) کا عظیم مرتبہ ہے اور ایک حدیث کے سمجھنے کو ہزار حدیث کے نقل کرنے سے بہتر بتایا گیاہے۔ فقہ الحدیث کی تاریخ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے کلام کے حقیقی معنی و مفہوم کو سمجھنے کا موضوع خود ان کے دور میں (ائمہ کی موجودگی) بھی زیر بحث رہاہے اور سنت و حدیث سے تمسک اور وابستگی کا تقاضایہ تھا کہ حدیث کی صحیح سمجھ کے لیے کچھ اصول وضع کیے جائیں۔

اہلبیت علیہم السلام کی روایات بالخصوص امام رضاؑ کی احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے کہ یہ عظیم ہستیاں اپنے چاہنے والوں کو فہم حدیث کے صحیح اصول و ضوابط کی تعلیم دینے کی مسلسل کوشش کرتی رہیں تاکہ غیبت کے زمانے میں بھی ان مبانی اور طریقوں کو بروئے کار لاتے ہوئے روایات سے فائدہ اٹھایا جاسکے اور ہر زمانے اور حالات میں ہدایت کا راستہ تلاش کیا جاسکے۔

امام رضاؑ کی روایات کے تجزیے سے جو کچھ حاصل ہوتاہے وہ اس طرح ہے:

- فہم حدیث کے مختلف طریقہ کار
- نص قرآن کے خلاف نہ ہونا
- متن کے دلالت کی وضاحت
- حدیث امام سے غلط معنی نکالنے اور غلط تفسیر پر توجہ
- جعل حدیث کے رجحان پر توجہ

- ❖ متشابہ احادیث کی موجودگی پر دھیان دینا اور محکمات کی طرف رجوع کا طریقہ
- ❖ لوگوں کی سمجھ بوجھ کے فرق کو دھیان میں رکھنا
- ❖ حدیث کی تقطیع کو ذہن میں رکھنا
- ❖ حدیث کے الفاظ کے معانی میں وسعت اور الفاظ کے معنی کی پہچان
- ❖ سبب صدور کی روشنی میں حدیث کو سمجھنا
- ❖ تحریف پر توجہ اور اصل حدیث کا تذکرہ

کلیدی الفاظ : فقہ حدیث، نقد حدیث، فہم حدیث، رضوی احادیث، امام رضاؑ

مقدمہ

روایات میں "فقہ الحدیث" کی اصطلاح کبھی "درایۃ الحدیث" (فہم حدیث) تو کہیں "معانی کلامنا" کے معنی میں استعمال ہوئی ہے[۱]۔ بعض روایات کی بنیاد پر ائمہ علیہم السلام اپنے اصحاب کو فہم روایات کی ترغیب دلاتے تھے اور کبھی کبھی ان روایات کو نقل کرنے سے منع کرتے تھے جس کے معنی کو وہ نہیں سمجھتے تھے[۲]۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات کا کچھ حصہ ان روایتوں کی توضیح و تشریح سے متعلق ہوتا تھا جو پیغمبر اسلامؐ یا گذشتہ امام معصومؑ سے نقل ہوئی ہیں[۳]۔ دوسری بات یہ کہ ائمہ علیہم السلام خاص طور سے امام رضاؑ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ اپنے تمام اصحاب اور راویوں کی نہ صرف حفاظ اور ناقلان حدیث کی حیثیت سے تربیت کریں بلکہ انہیں فقیہ اور روایات کے اہداف و مقاصد سے باخبر ہونے کی بھی تاکید کریں[۴]۔

۱۔ ابن بابویہ، معانی الاخبار، ص ۲
۲۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ج۱) ص ۵۰
۳۔ معانی الاخبار، ص ۵۸
۴۔ معارف، مجید، پژوہشی در تاریخ حدیث شیعہ، ص ۱۲۳

اسی وجہ سے ائمہ علیہم السلام نے اپنے شاگردوں کو نہ صرف آیات و روایات کے معانی و مفاہیم کی تعلیم دی اور حفظ و نقل روایت کا پابند بنایا بلکہ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنے اصحاب کو نقد حدیث کے مبانی واصول سے بھی واقف کرائیں اور روایات کو سمجھنے کے اصول و ضوابط سکھائیں تاکہ وہ اسے ضابطہ اور میزان قرار دیتے ہوے تمام روایتوں کو سمجھ سکیں۔ یہ وہ کام تھا جس کو ائمہ علیہم السلام کبھی صراحت کے ساتھ تو کبھی اپنی تعلیمات کے ضمن میں بیان فرماتے تھے۔

ایک روایت میں امام جعفر صادقؑ صریحی طور پر اس موضوع کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ صحیح فہم کے معیارات کا علم صرف اور صرف ائمہ علیہم السلام کے پاس ہے۔ ہشام بن سالم نے حضرت امام صادقؑ سے سوال کیا کہ عامہ (اہلسنت) کے پاس رسول گرامیؐ کی احادیث میں سے کوئی صحیح حدیث باقی رہ گئی ہے؟ تو حضرتؑ نے فرمایا:

> رسول خداؐ نے بہت سے علوم اور روایات امانت رکھے ہیں لیکن لوگوں کے درمیان علم اور فیصلے کے معیارات ہمارے پاس ہیں[۱]۔

سوال یہ ہے کہ امام رضاؑ کے نزدیک فہم حدیث کے مختلف طریقے کیا ہیں اور کس طرح انھیں ائمہ معصومین علیہم السلام بالخصوص امام رضاؑ کے کلمات اور فرمائشات سے اخذ کیا جاسکتا ہے؟

حدیث کے محققین کے درمیان، روایات کے فہم اور ان اصولوں تک رسائی کا مسئلہ جو حدیث کی صحیح فہم میں ایک ثابت ضابطے کے طور پر استعمال ہو سکیں، ہمیشہ توجہ کا باعث رہا ہے۔

مثال کے طور پر ڈاکٹر ایزدی نے "شرح احادیث کافی میں کلینی کا روشِ فقہ الحدیثی" کے عنوان سے ایک مقالے میں بیان کیا ہے کہ کتاب کافی اگرچہ مؤلف کے اعتبار نیز قدمت اور ائمہ علیہم السلام کے زمانے سے قربت کی وجہ سے توجہ کا مرکز رہی ہے لیکن اس کے باوجود اس کتاب کی احادیث کی شرح میں کلینی کے طریقوں پر کم توجہ دی گئی ہے؛ جیسے احادیث کی بدیع درجہ بندی، علم کلام و تاریخ، لغت و عربی شعر سے استفادہ وغیرہ۔

۱۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (ج ۲) ص ۲۱۴

ڈاکٹر راد نے "شیخ بہائی کا فقہ الحدیثی طریقہ کار" کے عنوان سے ایک مقالے میں اس مسئلے پر بحث کی ہے کہ شیخ بہائی نے فقہ الحدیث میں، جمع حدیث، فہم متن، فہم مقصود اور شرعی بیانات پیش کرنے میں ایک منطقی نظام اور خاص اسلوب اختیار کیا ہے اور یہ منطقی نظام ،احادیث کے تجزیے میں خاص دقت نظر اور نئی باتوں پر مشتمل ہے۔

"کتاب المیزان میں علامہ طباطبائی کی فقہ الحدیثی روش" کے عنوان سے عباس محمودی کے لکھے ہوئے مقالے میں اس موضوع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ فہم احادیث میں محدثین کا طریقہ، ان کے نظریات نیز علوم حدیث پر ان کی مہارت اور نقطہ نظر کو ظاہر کرتا ہے۔اس کے بعد مصنف نے المیزان میں علامہ طباطبائی کی فقہ الحدیثی کوششوں کے ایک پہلو کو بیان کرتے ہوئے احادیث کے فہم کے لیے ان کے طریقے کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

علی رمضان نژاد نے بھی اپنی تھیسز میں جس کا موضوع ہے "امام رضاؑ کی اعتقادی احادیث کے فہم کا طریقہ، کلامی نظریات کی شناخت کی بنیاد پر" ، امام رضاؑ کی روایات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کام کو امام ہشتمؑ کی جانب سے اعتقادی احادیث کے صادر ہونے کے پس منظر کے عوامل کی شناخت اور اس کے بعد ان احادیث کے اقسام کی شناخت کے ذریعے انجام دینا چاہتے ہیں۔

علی دشتی نے اپنی تھیسز میں جس کا عنوان "شرح اصول کافی میں ملاصدرا کی فقہ الحدیثی روش کا جائزہ" ہے، شرح احادیث میں ملاصدرا کے طریقے کا جائزہ لیا ہے اور فقہ الحدیث کے ان نکات کو واضح کیا ہے جن پر ملاصدرا نے توجہ دی ہے۔

زہرا معارف نے بھی "کتاب معانی الاخبار میں شیخ صدوق کے فقہ الحدیثی مبانی اور طریقے" نامی اپنی تھیسز میں شیخ صدوقؒ کی تصنیف معانی الاخبار کے فقہ الحدیثی طریقہ کار کا جائزہ لے کر ان کے طریقے اور مبانی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ شیخ صدوقؒ نے مبانی اور طریقے دونوں لحاظ سے اپنے فقہ الحدیثی مطالب کو بیان کرنے کے لیے دو اسالیب "بیان اور تشریح" اختیار کیے ہیں جن میں حدیثی اقسام کی تشکیل اور روایات کی ہندسی ترتیب، قرآن اور روایات کے

ذریعے روایات کی تفسیر جیسے امور شامل ہیں[۱]۔

اس قسم کی دیگر تحقیقات بھی موجود ہیں جن میں ائمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کے سمجھنے کے لئے علماء کے طریقہ کار کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے[۲]، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اب تک خود ائمہ علیہم السلام کی جانب سے روایات کے درست فہم اور صحیح ادراک کے سلسلے میں بیان کردہ اصول و ضوابط پر براہ راست توجہ نہیں دی گئی ہے جس کے لیے مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔اس مقالہ میں امام رضاؑ سے منقول روایات پر تحقیقی نظر ڈالتے ہوئے بعض اصول و ضوابط اور طریقہ کار کو بیان کرنے کی کوشش کی گئے ہے۔

"فقہ الحدیث" ایک اضافی تعبیر ہے جس میں فقہ کے لغوی معنی کو حدیث کے اصطلاحی معنی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ لغوی اعتبار سے لفظ فقہ، علم اور فہم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ابن منظور لکھتے ہیں:

الفقه العلم بالشیء و الفهم له و... الفقه الفطنه ۔ ترجمہ: فقہ کسی چیز کے جاننے اور اس کو سمجھنے کا نام ہے، اور فقہ کا معنی ہوشیاری اور باریک بینی بھی ہے[۳]۔

راغب، فقہ کو پوشیدہ علم تک رسائی قرار دیتے ہیں جو ظاہر اور واضح علم کے استعمال سے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک فقہ، علم سے اخص ہے اور تفقہ، علم فقہ میں مہارت حاصل کرنے کی حد اس کا پیچھا کرنے کا نام ہے[۴]۔ چونکہ حدیث، دین کے اہم ترین منابع میں سے ہے، لہٰذا حدیث کی صحیح شناخت اور اس کے مفہوم و مقصود تک رسائی کے بغیر تفقہ کا راستہ طے کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

۱۔ معارف، زہرا، مبانی و روش ہای فقہ الحدیثی شیخ صدوق در کتاب معانی الاخبار، ص ۱۲۰

۲۔ فقہی زادہ، عبدالہادی؛ عماری الہ یاری، زہرا، مبانی فقہ الحدیثی سید عبداللہ شبر در مصابیح الانوار فی حل مشکلات الاخبار، علوم حدیث، شمارہ ۶۲؛ قاسم پور، محسن؛ پورافخم، مریم، روش شناسی فقہ الحدیثی صاحب معالم در کتاب منتقی الجمان، کتاب قیم، شمارہ ۱۳؛ میر حسینی، مرضیہ سادات، مبانی فقہ الحدیثی شیخ مفید، ؛اژدرپور، جلیل، بررسی روش فقہ الحدیثی علامہ مجلسی در ملاذ الاخیار؛ غلامی نسب، فرشتہ، بررسی روش ہای فقہ الحدیثی شیخ طوسی در تہذیب الاحکام

۳۔ ابن منظور، محمد بن مکرم (ج ۱۳) ص ۴۲۲

۴۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ قرآن، ص ۴۳۰

علم فقہ الحدیث کو روایات کی زبان میں "درایۃ الحدیث" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ درایۃ الحدیث کے معنی کی تاریخی ارتقاء کو مد نظر رکھتے ہوئے، آج کل فہم حدیث، "فقہ الحدیث" کے مترادف ہو گیا ہے۔ شیخ آل یاسین تہرانی نے فقہ الحدیث کو علم درایت اور رجال کے مقابلے میں ایک مستقل علم قرار دیا ہے اور اس کی تعریف میں لکھا ہے:

> فقہ الحدیث وہ علم ہے جو حدیث کے مقاصد کے فہم و ادراک کے درپے ہوتا ہے۔ فقہ الحدیث کا موضوع، بطور خاص متن حدیث ہے۔ اس علم میں حدیث کے الفاظ کی شرح اور اس کے حالات جیسے متن کی ظاہری خصوصیات، عام یا خاص ہونا، مطلق یا مقید ہونا، مجمل یا مبین ہونا اور معارض یا غیر معارض ہونے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے[۱]۔

حدیث کی فہم و تفسیر میں امام رضاؑ کا طریقہ کار

امام رضاؑ کی ماثورہ روایات میں غور و فکر کرنے سے فقہ الحدیث کے سلسلہ میں درج ذیل طریقہ کار کو حاصل کیا جا سکتا ہے:

۱. نص قرآن کے خلاف نہ ہونا

امام رضاؑ نے کسی بھی معصوم علیہ السلام سے ایسے کلام کے صادر ہونے کی نفی کی ہے جو قرآن کے واضح نصوص یا رسول خداؐ کی قطعی سنت کے خلاف ہو۔ آپؑ فہم حدیث کے سلسلہ میں ایک معیار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> فَلاَ تَقْبَلُوا عَلَيْنَا خِلاَفَ اَلْقُرْآنِ ، فَإِنَّا إِنْ تَحَدَّثْنَا حَدَّثْنَا بِمُوَافَقَةِ اَلْقُرْآنِ وَ مُوَافَقَةِ اَلسُّنَّةِ إِنَّا عَنِ اَللَّهِ وَ عَنْ رَسُولِهِ نُحَدِّثُ، وَ لاَ نَقُولُ قَالَ فُلاَنٌ وَ فُلاَنٌ فَيَتَنَاقَضَ كَلاَمُنَا إِنَّ كَلاَمَ آخِرِنَا مِثْلُ كَلاَمِ أَوَّلِنَا وَ كَلاَمَ أَوَّلِنَا مُصَادِقٌ لِكَلاَمِ

۱۔ آقا بزرگ تہرانی، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، (ج۸) ص ۵۴

آخِرِنَا ، فَإِذَا أَتَاكُمْ مَنْ يُحَدِّثُكُمْ بِخِلَافِ ذَلِكَ فَرُدُّوهُ عَلَيْهِ وَ قُولُوا أَنْتَ أَعْلَمُ وَ مَا جِئْتَ بِهِ!...۔

ترجمہ: قرآن اور سنت نبی کے خلاف اگر ہماری کوئی بات پیش کی جائے تو اسے ہر گز قبول نہ کرنا کیوں کہ اگر ہم کوئی بات کہیں گے تو وہ قرآن اور سنت کے موافق ہو گی، ہم خدا اور اس کے رسول سے روایت کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ فلاں اور فلاں نے کہا ہے چونکہ اس صورت میں ہمارا کلام اور ہماری بات متناقض ہو جائے گی۔ بے شک ہمارے پہلے کی بات ہمارے آخر کی بات کے مانند ہے اور ہمارے پہلے کی بات ہمارے آخر کی بات کی تصدیق کرنے والی ہوتی ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی بات اس معیار کے خلاف ہو اور ہم سب سے منسوب کر کے تم سے بیان کی جائے تو اس روایت کو اس کی جانب پلٹا دو اور بولو جو روایت تم لے کر آئے اس کے بارے میں تم کو اچھی طرح معلوم ہے[۱]۔

۲-حدیث کے الفاظ اور تعبیروں سے متعلق طریقہ کار

معصومین علیہم السلام کی احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ حدیث کے متن میں موجود الفاظ سے وہی معنی مراد لیتے ہیں جو لغت میں ہے اور کبھی کبھی اس سے وسیع تر معنی مراد لیتے ہیں۔

معانی الفاظ کی شناخت: فہم حدیث کے مبانی میں سے ایک، متن حدیث میں موجود مفرد الفاظ کے صحیح معنی پر توجہ دینا ہے۔ بعض روایات میں غریب الفاظ ہوتے ہیں۔ لفظ غریب سے مراد وہ پیچیدہ الفاظ ہیں جو کم استعمال ہونے کی وجہ سے سمجھنے میں دشواری پیدا کرتے ہیں۔ اگرچہ رسول خداؐ کے کلام میں ایسے الفاظ کے موجود ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اور بعض محققین ایسی احادیث کے صادر نہ ہونے کے قائل ہیں، لیکن نبوی دور سے ائمہ معصومین علیہم السلام کے دور تک روایات کے صدور کے بعد ایک عرصہ گزرنے کی وجہ سے بعض الفاظ کے معنی بدل گئے جس کی وجہ سے لفظ اور حدیث میں

۱- ہاشمی خوئی، میرزا حبیب اللہ، منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ (ج ۱۴) ص ۴۹

غرابت کا ہونا ایک نسبی مسئلہ ہے، اس لئے روایات میں بعض غریب الفاظ کے ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے ائمہ علیہم السلام نے روایات کے بعض الفاظ اور کلمات کی وضاحت فرمائی ہے۔

امام رضاؑ بعض الفاظ کی وضاحت میں اس لفظ کے تصوراتی اور تصویری مفہوم کو بیان فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر حسین بن خالد، امام رضاؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے سورہ ذاریات کی ساتویں آیت وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ میں لفظ "حُبُكِ" کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

یعنی آسمان، زمین کے اطراف میں بُنا گیا ہے اور اسی حال میں امامؑ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھا: آسمان کس طرح زمین کے اطراف بُنا ہوا ہے؟ درحالیکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: رَفَعَ السَّماواتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَها[۱]۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

سبحان اللہ! کیا یہ جملہ اللہ نے نہیں فرمایا: بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَها؟

میں نے کہا: جی بالکل۔

آپؑ نے فرمایا: پس وہاں ستون ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔

میں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

امامؑ نے اپنا بایاں ہاتھ کھولا، پھر اپنا دایاں ہاتھ اس پر رکھا اور فرمایا: یہ دنیا کی زمین ہے اور آسمان اس پر گنبد کے مانند ہے۔[۲]

آنحضرتؑ نے بعض مواقع پر متن میں موجود مشکل الفاظ و عبارات اور ان کے مطلوبہ معنی جو مخاطب کے لیے غریب اور بعید از ذہن ہو سکتے ہیں، ان سب کی وضاحت فرمائی ہے۔

ابوالقاسم فارسی کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۹، فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ [۳] کے کیا معنی ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا:

۱- ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو تمہیں نظر آنے والے ستونوں کے بغیر بلند کیا (سورہ رعد، آیت ۲)

۲- عیاشی، ابونضر محمد بن مسعود، تفسیر عیاشی (ج ۲) ص ۲۱۸؛ بحار الانوار (ج ۵۷) ص ۷۰

۳- ترجمہ: پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔

أَمَّا اَلْإِمْسَاكُ بِالْمَعْرُوفِ فَكَفُّ اَلْأَذَى وَ إِحْبَاءُ اَلنَّفَقَةِ. وَ أَمَّا اَلتَّسْرِيحُ بِإِحْسَانٍ فَالطَّلاَقُ عَلَى مَانَزَلَ بِهِ اَلْكِتَابُ۔ ترجمہ: معروف کے ساتھ چھوڑنے کا مطلب تکلیف اور ایذا رسانی سے باز رہنا اور نفقہ ادا کرنا ہے اور احسان کے ساتھ رخصت کرنے کا مطلب خدا کی طرف سے نازل کردہ طریقے کے مطابق اسے طلاق دینا ہے۔[1]

ایک اور حدیث میں یونس بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا:

لایکون الا ماشاءالله و اراد و قضی۔ ترجمہ: کچھ نہیں ہوتا مگر جو خدا چاہے اور ارادہ کرے اور حکم دے۔

حضرتؑ نے فرمایا: لایکون الا ماشاءالله و اراد و قدّر و قضی۔ ترجمہ: کچھ نہیں ہوتا مگر جو خدا چاہے اور ارادہ کرے اور تقدیر کرے اور حکم دے۔

میں نے پوچھا: شاء کے کیا معنی ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: اس سے مراد کام کا آغاز ہے۔

میں نے پوچھا: اراد کے کیا معنی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس پر ثابت قدم رہنا۔

میں نے پوچھا: قدر کے کیا معنی ہیں؟

حضرتؑ نے جواب دیا: اس سے مراد کسی چیز کی تقدیر لمبائی اور چوڑائی کے لحاظ سے ہے۔

پھر میں نے پوچھا: قضی کے کیا معنی ہیں؟

حضرتؑ نے جواب دیا: جب قضاء واقع ہو جائے تو حکم نافذ ہو جاتا ہے اور پھر کوئی واپسی نہیں ہوتی[2]۔

۱- تفسیر عیاشی (ج۱) ص۱۱۷

۲- برقی، احمد بن محمد بن خالد، المحاسن، ص ۲۴۴

ایک اور مثال حسین بن خالد سے منقول روایت ہے جو کہتے ہیں: میں نے إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمانَةَ عَلَى السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ وَ الْجِبالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَها[1] والی آیت کے بارے میں پوچھا۔ حضرتؑ نے جواب دیا:

امانت سے مراد ہماری ولایت ہے کہ جو شخص بھی ناحق اس کا دعویٰ کرے بے شک وہ کافر ہو گیا ہے[2]۔

حدیث کے الفاظ کے معانی میں وسعت: ہر لفظ ایک خاص معنی کے لیے بنایا گیا ہے جو اس لفظ کا پہلا موضوع لہ کہلاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ الفاظ کے معانی تبدیل بھی ہو سکتے ہیں اور وہ نئے معانی میں استعمال ہونے لگتے ہیں جو پہلے معانی کی بنسبت ثانوی مفاہیم شمار ہوتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ سے منقول روایات میں الفاظ کے دقیق معانی پر توجہ دینا ایک اہم موضوع ہے جس سے غفلت کے باعث ہم روایت کے مفہوم کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکیں گے۔ مثال کے طور پر بعض روایات کے مطابق، ائمہ معصومین علیہم السلام محدثین میں سے ہیں اور محدث وہ شخص ہے جو فرشتوں کی آواز سنتا ہے لیکن انہیں دیکھ نہیں سکتا۔ امام رضاؑ، عبید بن ہلال سے فرماتے ہیں:

إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَكُونَ الْمُؤْمِنُ مُحَدَّثاً۔ ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ مومن محدث ہو[3]۔

ذہنی قرینے کی بنا پر اس مقام کو امامؑ سے مخصوص جانتے ہوئے، راوی پوچھتا ہے کہ محدث کیا چیز ہے؟ امامؑ جواب دیتے ہیں کہ "الْمُفَهَّمُ"؛ یعنی یہاں محدث سے راوی کا سمجھدار ہونا مراد ہے نہ کہ ملائکہ کی جانب سے اس پر الہام ہونا۔

۱۔ ترجمہ: ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو ان سب نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ (سورہ احزاب، آیت ۷۲)

۲۔ حر عاملی، محمد بن حسن، اثبات الہداۃ بالنصوص والمعجزات (ج۱) ص۲۸۱

۳۔ مجلسی، محمد باقر، ملاذ الاخیار فی فہم تہذیب الاخبار (ج۱۳) ص۲۷۷

۳ . حدیث کی دلالت اور معنی سے متعلق طریقے

امام رضاؑ فہم حدیث کے جن طریقوں پر توجہ دیتے ہیں ان میں سے ایک کا تعلق حدیث کی دلالت اور معانی سے ہے جس کا جائزہ ذیل میں لیا جارہا ہے:

دلالت متن کی وضاحت اور دیگر معصومین علیہم السلام سے منقول روایات کی تشریح: فقہ الحدیث کا موضوع متن حدیث ہے جس میں حدیث کے الفاظ کی شرح اور حالات کو بیان کیا جاتا ہے جیسے نص یا ظاہر ہونا، عام یا خاص ہونا، مطلق یا مقید ہونا، مجمل یا مبین ہونا اور معارض یا غیر معارض ہونا۔

امام رضاؑ بعض مواقع پر دیگر معصومین سے منقول روایات کی وضاحت اور تشریح فرماتے ہیں اور ان کے مبہم پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں۔یزید بن عمیر بن معاویہ الشامی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرتؑ کے پاس آیا اور عرض کیا اے فرزند رسول خدا! صادق آل محمد جعفر بن محمد کی ایک حدیث ہم سے بیان کی گئی ہے جس میں انہوں نے فرمایا:

> لا جبر و لاتفویض بل امر بین الامرین۔ترجمہ: نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ دونوں کے درمیان ایک امر ہے۔

اس حدیث کے کیا معنی ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا:

> جو شخص یہ گمان کرے کہ خدا ہمارے افعال کو انجام دیتا ہے، پھر ہمیں ان افعال کی بناپر عذاب بھی دیتا ہے، وہ جبر کا قائل ہے اور جو شخص یہ گمان کرے کہ خدائے عزّ و جل نے مخلوق اور رزق کو اپنے حجج کے سپرد کر دیا ہے، وہ تفویض کا قائل ہے۔ جو جبر کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو تفویض کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔

راوی کہتا ہے: اے فرزند رسول خدا! پس "امر بین الأمرین" کا کیا مطلب ہے؟

حضرتؑ نے جواب دیا:

> اے ابن عمیر! جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کو انجام دینے اور جس چیز سے منع

کیا گیا ہے اسے ترک کرنے سے جو راستہ ملتا ہے، اسے امر بین الامرین کہتے ہیں۔

میں نے کہا: کیا اس فعل اور ترک میں خدائے عزّ و جلّ کی مشیت اور ارادہ شامل ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

طاعات اور عبادات کے معاملے میں ان کا حکم دے کر، اس پر رضایت کا اظہار کر کے اور اس پر مدد و نصرت کے ذریعہ خدا کا ارادہ اور مشیت شامل ہے، اور معاصی و نافرمانیوں میں ان سے منع کر کے، ان پر غضب و ناراضگی کا اظہار اور ان پر رسوائی اور بے یاور و مددگار ہو جانے کے ذریعہ خدا کی مشیت اور ارادہ شامل ہے۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا: کیا عبادات اور معاصی میں خدا کا کوئی حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ہاں، بندوں کا کوئی نیک یا بد عمل خدا کے حکم کے بغیر صادر نہیں ہوتا اور ان میں خدا کا حکم ہوتا ہے۔

پھر میں نے عرض کیا: اس حکم سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ان کے افعال پر دنیا اور آخرت میں ثواب اور عذاب کے لحاظ سے ان کے مستحق ہونے کے مطابق حکم کرنا۔[1]

ایک اور حدیث میں حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ سے پیغمبر اکرمؐ کے اس قول "أنا بن الذبیحین" کے بارے میں پوچھا، تو حضرتؑ نے فرمایا:

۱- ابن بابویہ، محمد بن علی، عیون اخبار الرضا (ج۱) ص ۱۲۴

یعنی اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمٰن اور عبداللہ بن عبدالمطلب۔[۱]

امام رضاؑ نے بعض احادیث میں دیگر معصومین سے منقول روایات کی تشریح کی ہے۔ ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے نقل ہے کہ انھوں نے امام رضاؑ سے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا! آپ امام جعفر صادقؑ سے مروی اس روایت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ جب حضرت قائم (عج) ظہور فرمائیں گے تو وہ قاتلان حسینؑ کی ذریت اور اولاد کو ان کے باپ کے کردار کی بنیاد پر قتل کریں گے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔

میں نے عرض کیا: تو پھر اس آیت شریفہ وَ لا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى[۲] (کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) کا کیا مطلب ہے؟ چونکہ آیت کے ظاہری معنی کے مطابق کسی کو دوسرے کے اعمال کی سزا نہیں دی جائے گی اور یہ آیت اس حدیث کے مفہوم کے خلاف ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا:

> خداوند عالم اپنے بیان میں صادق ہے لیکن چونکہ قاتلان حسین کی اولاد اپنے باپ دادا کے کردار پر راضی ہے بلکہ ان کے اس عمل پر فخر کرتی ہے اور جو شخص کسی دوسرے کے فعل پر راضی ہو تو گویا وہ فعل اس سے صادر ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص مشرق میں قتل ہو جائے اور مغرب میں کوئی اس کے قتل پر راضی ہو تو خدا کے نزدیک وہ شخص، قاتل کا شریک ہے اور حضرت قائم (عج) جب ظہور فرمائیں گے تو وہ قاتلان حسینؑ کی اولاد کو اپنے باپ دادا کے فعل پر راضی ہونے کی وجہ سے قتل کریں گے[۳]۔

۱- ابن بابویہ، محمد بن علی، الخصال، ص، ۵۵؛ عیون اخبار الرضا (ج۱) ص ۲۱۰

۲- سورہ فاطر، آیت ۱۸

۳- بحرانی، سید ہاشم، البرہان فی تفسیر القرآن (ج۲) ص ۵۰۹

امامؑ سے منقول حدیث کے سلسلہ میں غلط فہمی اور غلط تشریح پر توجہ: امام رضاؑ نے ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول احادیث کو سمجھنے کے سلسلہ میں جو قواعد و ضوابط بیان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے ان احادیث کے بارے میں ممکنہ غلط فہمیوں اور غلط تشریحات پر بھی توجہ دی ہے۔

حسین بن خالد نے امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے والد امجد امام جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَيَبغِضُ اللَّحِمَ وَاللَّحِمَ السَّمينَ۔ ترجمہ: خدا اس گھر سے دشمنی رکھتا ہے جس میں گوشت کھایا جائے اور چربی والا گوشت ہو۔

آپؑ کے بعض اصحاب نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا! ہم گوشت پسند کرتے ہیں اور ہمارے گھر اس سے خالی نہیں ہوتے، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا:

ایسا نہیں ہے جیسا تم سوچ رہے ہو، بلکہ إِنَّمَا البَيْتُ اللَّحِمُ الَّذِي تُؤْكَلُ فِيهِ لُحُومُ النَّاسِ بِالْغِيبَةِ. وَأَمَّا اللَّحِمُ السَّمِينُ فَهُوَ الْمُتَجَبِّرُ الْمُتَكَبِّرُ الْمُخْتَالُ فِي مِشْيَتِهِ ۔ ترجمہ: یعنی جس گھر میں گوشت کھایا جاتا ہے سے مراد وہ گھر ہے جس میں لوگوں کی غیبت کی وجہ سے غیبت کرنے والا ان کا گوشت کھاتا ہے اور چربی والا گوشت کھانے والے فرد سے مراد وہ مغرور انسان ہے جو چلتے وقت اپنے آپ پر اتراتا ہے[۱]۔

حسن بن موسی بغدادی کہتے ہیں کہ میں خراسان میں ایک ایسی نشست میں حاضر ہوا جو امام رضاؑ کی جانب سے منعقد ہوئی تھی اور اس نشست میں آپ کے بھائی زید بن موسی بھی موجود تھے جو لوگوں کے سامنے اپنی شان میں قصیدہ پڑھ رہے تھے اور لوگوں پر فخر و مباہات کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میں ایسا ہوں اور ویسا ہوں۔ تھوڑے فاصلہ پر امام رضاؑ بھی کچھ لوگوں کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ زید کی باتیں آپ

۱۔ حر عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسایل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج ۱۵) ص ۳۸۱

کے کانوں سے ٹکرائیں، امامؑ نے زید کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے زید ! کیا شہر کوفہ کے سبزی فروشوں کی اس بات نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہاالسلام نے چونکہ عفت و تقوی کے ذریعہ خود کی حفاظت کی تو خدا نے ان کے احترام میں ان کی ذریت پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دیا ہے۔ تم گمان کرتے ہو کہ تمہارا بھی شمار فاطمہ کی ذریت میں ہو گا؟

خدا کی قسم یہ امتیاز و شرف امام حسنؑ و امام حسینؑ اور شہزادی کے بلافصل فرزندوں سے مخصوص ہے (شہزادی کے بقیہ فرزند اپنے اعمال و کردار کی بنیاد پر جزا و سزا کے مستحق قرار پائیں گے)۔ کیا یہ کہنا صحیح ہو گا کہ موسی بن جعفر علیہ السلام جو کہ محراب عبادت میں ہمیشہ خدا کے مطیع رہے، دنوں میں روزے رکھتے اور راتوں کو بیدار رہتے تھے اور تجھ جیسا گنہکار اور اللہ کی معصیت میں گرفتار انسان روز قیامت اللہ کی عدالت میں برابر ہوں گے اور دونوں ایک جیسے طریقہ سے رحمت الہی میں شامل ہونگیں یا یہ کہ تم خدا کے نزدیک زیادہ عزیز ہو گے ! جبکہ ہمارے جد امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ہمارے خاندان کے نیک لوگوں کا اجر دو برابر اور ہمارے خاندان کے گنہگاروں کی سزا بھی دو برابر ہو گی[۱]۔

تحریف پر توجہ اور اصل حدیث کا تذکرہ: تحریف کے معنی کسی چیز کو اس کے صحیح راستے سے غلط راستے کی طرف موڑ دینا ہے۔ تحریف کرنے والا عام طور سے جان بوجھ کر یہ کام کرتا ہے؛ یعنی تحریف کرنے والا جان بوجھ کر سند یا متن حدیث میں تبدیلی کرنے کی کوشش کرتا ہے[۲]۔

امام رضاؑ نے بہت سے مواقع پر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کبھی کبھی تحریف شدہ حدیث کے اصل متن کو بیان کیا ہے۔ ابراہیم ابن ابی محمود سے منقول ہے کہ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ رسول خداؐ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں: ان اللہ تبارك و تعالی ینزل کل لیله الی السماء

۱۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، معانی الاخبار، ص ۱۰۵

۲- ربانی، محمد حسن، دانش درایۃ الحدیث، ص ۱۳۶

الدنیا (بے شک خدائے تبارک و تعالی ہر رات دنیا کے آسمان پر (نیچے) نازل ہوتا ہے)۔ اس حدیث کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امامؑ نے فرمایا:

ان لوگوں پر خدا کی لعنت ہو جو الفاظ کو ان کی جگہ سے ہٹاتے اور تحریف کرتے ہیں۔ خدا کی قسم، رسول خداؐ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی، بلکہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے: خدائے تبارک و تعالی ہر رات کے آخری تہائی حصے میں اور ہر شب جمعہ کے پہلے حصے سے، ایک فرشتہ کو دنیا کے آسمان پر بھیجتا ہے اور وہ فرشتہ خدا کے حکم سے آواز دیتا ہے: کیا کوئی درخواست کرنے والا ہے تاکہ میں اس کی درخواست پوری کروں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے تاکہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے تاکہ میں اسے بخش دوں؟ اے وہ شخص جو کہ طالب خیر ہے! اس طرف آجا، اے وہ شخص جو کہ طالب شر ہے! ٹھہر جا۔ وہ فرشتہ طلوع فجر تک اسی انداز سے پکارتا رہتا ہے اور جیسے ہی فجر طلوع ہو جاتی ہے وہ فرشتہ ملکوت میں اپنی جگہ واپس چلا جاتا ہے[۱]۔

حسن بن قیام صیرفی کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ سے پوچھا: آپ کے والد کہاں گئے؟ آپؑ نے فرمایا: اپنے آباء و اجداد کی طرح وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ راوی کہتا ہے میں نے امامؑ سے دریافت کیا کہ سماعہ بن مہران کے ذریعہ زرعہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں: بے شک میرا یہ فرزندان پانچ انبیاء سے مشابہت رکھتا ہے: اس سے بھی لوگ حسد و جلن کریں گے جس طرح یوسف سے لوگ جلتے تھے، یونس کی طرح غائب ہوگا اور اسی طرح تین اور باتوں کا تذکرہ کیا۔ اس روایت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

امام رضاؑ نے جواب دیا:

۱۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، امالی، ص ۴۹۶

زرعہ جھوٹ بولتا ہے، سماعہ سے مروی روایت اس طرح نہیں ہے بلکہ امام صادقؑ نے اس طرح فرمایا ہے: صاحب هذالامر یعنی القائم فیه شبه من خمسه انبیاء۔ اس میں میرا فرزند نہیں کہا گیا۔[1]

اسی طرح ریان بن صلت کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے خراسان میں امام رضاؑ سے پوچھا: مولا! ہشام بن ابراہیم عباسی نے آپ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق آپ نے موسیقی سننے کی اجازت دی ہے، آپؑ نے فرمایا:

یہ زندیق (کافر) جھوٹ بول رہا ہے؛ کیونکہ اس نے جب اس مسئلہ کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے جواب میں کہا کہ ایک شخص نے یہی مسئلہ امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: تم بتاؤ جب قیامت میں اللہ حق اور باطل کو ایک دوسرے سے جدا کرے گا تو موسیقی کس طرف ہوگی؟ اس نے جواب دیا: باطل کی طرف۔ تو امامؑ نے فرمایا تم نے خود ہی اس کا حکم بیان کر دیا۔[2]

جعل حدیث کے رجحان پر توجہ دینا: امام رضاؑ نے حدیث فہمی کے قواعد و ضوابط کو بیان کرتے ہوئے جعل حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور جعلی احادیث کی شناخت کا حکم بھی دیا ہے۔ آپؑ یونس بن عبدالرحمٰن کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان ابَا الخَطَّابِ کَذَبَ عَلَی ابی عبد الله لَعَنَ اللهُ اَبَا الخَطَّابِ.....۔

ترجمہ: بے شک ابوالخطاب نے امام صادقؑ کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے، خدا ابوالخطاب پر لعنت کرے۔ اسی طرح ابوالخطاب کے اصحاب آج تک امام صادقؑ کے اصحاب کی کتابوں میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ اسی لئے ہم سے منسوب بات اگر قرآن کے خلاف ہو تو قبول نہ کرو، اگر ہم کوئی بات کہیں گے تو وہ قرآن اور

۱۔ کشی، محمد عمر، رجال الکشی، ص ۴۷۷؛ بحرانی اصفہانی عبداللہ بن نور اللہ، عوالم العلوم والمعارف والاحوال من الایات و الاخبار والاقوال (ج۲۱) ص ۵۰۳

۲۔ کافی (ج۶) ص ۴۳۵؛ ۴۳۵؛ مجلسی، محمد باقر، مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول (ج۲۲) ص ۳۰۷

سنت کے موافق ہو گی۔ ہم خدا اور اس کے رسول سے روایت کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ فلاں اور فلاں نے کہا ہے کہ اس صورت میں ہمارے کلام میں تناقض پیش آئے گا۔ ہمارا آخری فرد وہی بات کہتا ہے جو ہمارے پہلے فرد نے کہی ہے اور ہمارے پہلے نے جو بات کہی ہے وہی بات ہمارا آخری فرد بھی کہتا ہے لہٰذا اگر کسی بھی زمانہ میں کوئی اس کے خلاف یا اس معیار سے ہٹ کر تم سے بیان کرے تو اس روایت کو اسی کی طرف واپس کر دو اور کہہ دو کہ تم جو کہہ رہے ہو اس کی سچائی سے بخوبی واقف ہو[1]۔

حسین بن خالد سے مروی ایک روایت میں ملتا ہے کہ امام رضاؑ کی خدمت میں بتایا گیا کہ آپ اور آپ کے آباء واجداد کے حوالے سے جبر و تشبیہ کے باب میں کچھ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ حضرات اس کے قائل ہیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا:

جو شخص بھی جبر و تشبیہ کا قائل ہو وہ کافر و مشرک ہے اور ہم اہلبیت دنیا و آخرت میں اس سے بیزار ہیں۔

پھر آپؑ نے حسین بن خالد سے فرمایا:

اے فرزند خالد، جبر و تشبیہ کے بارے میں جو باتیں ہم سے منسوب کی گئی ہیں ان باتوں کو غلات (غلو کرنے والوں) نے ہم سے نسبت دی ہے جو کہ اللہ کی عظمت و بزرگی کو ہلکا شمار کرتے ہیں۔ اور یاد رہے جو ان کو دوست رکھتا ہو گا وہ ہمیں دشمن سمجھے گا اور جو انھیں دشمن سمجھے گا وہ ہمیں دوست رکھے گا۔ جن کے دل میں ان کی ولایت و محبت ہو گی وہ ہم سے نفرت کرے گا اور جو ان سے نفرت و عداوت رکھتا ہو گا اسی کے دل میں ہماری محبت و ولایت ہو گی، جو ان کے ساتھ صلہ رحم کرے گا وہ ہم سے قطع رحم کرلے گا اور جس نے ان کے ساتھ قطع رحم کیا اس نے ہمارے ساتھ صلہ رحم کیا ہے اور جس نے ان کے ساتھ برا کیا اس نے ہمارے ساتھ نیکی کی اور جس نے

۱۔ رجال الکشی، ص ۲۲۵

ان کے ساتھ نیکی کی اس نے ہمارے ساتھ ظلم و جفا کیا، جس نے ان کی تعظیم کی اس نے ہماری توہین کی اور جس نے ان کی توہین کی اس نے ہماری تعظیم و تکریم کی، جس نے ان کو قبول کیا اس نے ہمارا انکار کیا، اور جس نے ان کا انکار کیا اس نے ہم کو قبول کیا، جس نے ان کے ساتھ نیکی کی اس نے ہمارے ساتھ بدی کی اور جس نے ان کے ساتھ بدی کی اس نے ہمارے ساتھ نیکی کی، جس نے ان کی تصدیق کی اس نے ہم کو جھٹلایا اور جس نے ان کو جھٹلایا اس نے ہماری تصدیق کی، جس نے ان کو عطا کیا اس نے ہمیں محروم کر دیا اور جس نے ان کو محروم کر دیا اس نے ہمیں عطا کیا؛ اے فرزند خالد! جو ہمارا شیعہ ہوگا وہ ان سے نہ دوستی کرے گا اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کرے گا۔[1]

ایک دوسری حدیث کے مطابق ابوالصلت ہروی، امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مولا! ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ حسین بن علی علیہ السلام قتل نہیں ہوئے بلکہ ان کی جگہ پر حنظلہ بن سعد شامی کو ان کی شبیہ سمجھ کر مار دیا گیا اور امام حسینؑ آسمان پر چلے گئے جس طرح عیسی آسمان پر چلے گئے اور دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں: وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (خدا نے کسی حال میں کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دی ہے[2])

آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم وہ جھوٹے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت اور غضب نازل ہو۔ وہ اپنے اس جھوٹ کی وجہ سے پیغمبر اسلامؐ کی اس فرمائش کے منکر ہوگئے ہیں جس میں رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ حسینؑ بہت جلد قتل کئے جائیں گے۔ خدا کی قسم حسینؑ قتل کئے گئے اور امیر المومنین علی اور حسن بن علی علیہم السلام جیسے لوگ جو حسینؑ سے بہتر تھے قتل کردئے گئے اور ہم ائمہ اہلبیت سب کے سب قتل کئے جائیں گے، خدا کی قسم میں زہر سے شہید کیا جاؤں گا، اس شخص کے مکر اور دھوکے سے جو میرے لئے مکر و فریب

۱۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، التوحید، ص ۳۶۳
۲۔ سورہ نساء، آیت ۱۴۱

کر رہا ہے اور اس بات کو اس عہد کی وجہ سے ہم جانتے ہیں جو پیغبر اسلامؐ سے ہم تک پہنچا ہے اور جس کی خبر جبرئیل نے اللہ کی جانب سے حضرت محمد مصطفیؐ کو دی ہے۔[1]

تقطیع حدیث: تقطیع حدیث یعنی حدیث کے ایک حصے کو نقل کرنا اور دوسرے حصے کو حذف کر دینا[2]۔ تقطیع حدیث جس نیت وارادہ سے بھی کی جائے، حدیث کے سمجھنے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تدوین حدیث کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معصومین علیہم السلام کی حدیثوں میں مختلف محرکات کے سبب تقطیع کی گئی ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کو سمجھنے میں متعدد دشواریاں پیش آئیں۔ محرکات تقطیع میں، تبویب (باب قائم کرنا)، تنظیم کلام یا ضرورت کے مطابق حدیث کے جملہ کو نقل کرنا اور تدلیس (دھوکہ دینا) جیسے عناصر شامل ہیں۔

یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ ان محرکات میں سے بعض رائج اور قابل قبول عمل رہے ہیں، جیسے مختلف باب قائم کرنے کی وجہ سے حدیث کے ٹکڑے کرنا چونکہ اس کا مقصد ایک خاص موضوع کے بارے میں شارع مقدس کی نظر تک آسانی سے دسترسی حاصل کرنا ہے۔ اسی لئے زیادہ تر شیعہ وسنی علماء نے اس عمل کو جائز قرار دیا ہے اور بعض نے تو اس سلسلہ میں قواعد وضوابط بھی بنائے ہیں۔

امام رضاؑ نے ایک حدیث میں اس موضوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فہم احادیث میں تقطیع حدیث کی جانب توجہ کرنے کو ایک اصل کے طور پر جانا ہے۔

عَنِ الحُسَینِ بنَ خَالِدٍ قَالَ: قُلتُ لِلرِّضا یَاابْنَ رَسُولِ اللّٰہِ ان الناس یروون ان رَسُولَ اللّٰہِ قال إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ آدم عَلَی صُورَتِہِ فَقَالَ قَاتَلَهُمَ اللّٰہُ لَقَد حَذَفُوا اَوَّلَ الحَدِیثِ ان رَسُولَ اللّٰہِ مَرَّ بِرَجُلَینِ یَتَسَابَّانِ فَسَمِعَ اَحَدَهُمَا یَقُولُ لِصَاحِبِہ قَبَّحَ اللّٰہُ وَجهَكَ وَ وَجهَ مَن یَشبِهُكَ فَقَالَ لَهُ یَا عبد اللّٰہ لَا تَقُل هَذَا لِاَخِیكَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ آدم عَلَی صُورَتِہِ۔

۱- عیون اخبار الرضا (ج ۲) ص ۲۰۴

۲- حریری، محمد بن یوسف، فرہنگ اصطلاحات حدیث، ص ۲۷

ترجمہ: احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امام رضاؑ سے کہا: اے فرزند رسول! لوگوں کا ماننا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: خدا نے آدمؑ کو اپنی صورت پر خلق کیا؟

امامؑ نے فرمایا:

خدا ان لوگوں کو ہلاک کرے۔ ان لوگوں نے حدیث کے پہلے حصہ کو حذف کر دیا ہے۔ رسول خداؐ نے دو لوگوں کو دیکھا جو ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ ایک، دوسرے سے کہہ رہا تھا: خدا تم کو اور جو تم سے شباہت رکھتے ہیں ان سب کے چہرے کو بگاڑ دے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اے بندہ خدا! اپنے بھائی کیلئے ایسا نہ کہو کیونکہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر خلق کیا ہے۔[1]

شرعی احکام کی حکمت کا بیان: دین کو صحیح سے سمجھنے اور سمجھانے کے طریقوں میں سے ایک، دین کے بعض اصول اور احکام کی علتوں اور حکمتوں کو بیان کرنا ہے۔ محمد بن سنان نے امام رضاؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا اور بعض مسائل کے بارے میں دریافت کیا۔ امام رضاؑ نے ان کے بعض سوالوں کے جواب میں فرمایا:

پیشاب اور پاخانہ کی طہارت کے سلسلہ میں جو یہ سہولت دی گئی ہے کہ اس میں صرف دھونا اور وضو کرنا کافی ہے اور غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جنابت سے زیادہ انسان کو درپیش ہوتے ہیں اس لئے پروردگار عالم ان مسائل کے لئے وضو پر راضی ہو گیا کیونکہ ان میں کوئی شہوت نہیں ہے اور انسان کے ارادہ سے باہر ہیں۔

اسی طرح حج کے واجب ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ تعالی نے حج کو صرف ایک بار واجب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالی کسی بھی فرض

۱- عیون اخبار الرضا (ج۱) ص ۱۲۰

کو واجب کرنے سے پہلے مکلفین کی طاقت کا اندازہ لگاتا ہے لہٰذا کم استطاعت رکھنے والوں کا لحاظ کرتے ہوئے حج کو ایک بار واجب اور اس کے بعد مستحب قرار دیا ہے۔

اسی طرح اس نے ایسی قربانی کو بھی حرام قرار دیا جس پر ذبح کرتے وقت خدا کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے یعنی اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اس کا اقرار کرنا اور ذبح کرتے وقت اس کا ذکر کرنا واجب کیا ہے تاکہ وہ چیزیں جو انسان کو بتوں اور شیاطین کے قریب کرتی ہیں اور وہ چیزیں جو اسے اللہ سے قریب کرتی ہیں، ان کے درمیان فرق ہو۔[1]

۴۔ حدیث کے صادر ہونے کے عوامل واسباب پر توجہ

حدیث کے صادر ہونے کے عوامل و اسباب پر توجہ کرنا اور سامعین کی سطح فکر کو دھیان میں رکھنا، ہمیشہ حدیث کے صحیح فہم پر اثرانداز ہوتے ہیں، اس لیے امام رضاؑ نے متعدد مواقع پر ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سامعین کی سطح فکر کو دھیان میں رکھنا: سطح فکر کا اختلاف عام افراد کی سطح پر بھی اور فقہا اور دانشور افراد کی سطح پر بھی، ایک ناقابل انکار موضوع ہے۔ سطح فکر کے اختلاف کی مثالوں میں امام صادقؑ کے قول "جب تک آسمان و زمین قائم رہیں، خاموش رہو" سے اخذ شدہ مختلف مفاہیم کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

یہ بات ایسے حالات میں کہی گئی تھی جب ابراہیم بن عبداللہ بن الحسن نے منصور عباسی کے خلاف بغاوت کی تھی اور اس نے شیعوں کو اپنی حمایت کے لیے بلایا لیکن امام صادقؑ نے مذکورہ بالا جملہ کہہ کر شیعوں کو اس تحریک میں شرکت سے منع فرمادیا۔ امام صادقؑ کے اصحاب میں، عبداللہ بن بکیر کا خیال تھا کہ امامؑ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مہدیؑ کے ظہور تک کسی بھی طرح کے قیام میں شرکت نہ کی جائے جب کہ عبید بن زرارہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا تھا کہ امام معصوم کی اجازت کے بغیر کسی بھی

۱۔ عیون اخبار الرضا (ج ۲)، ص ۹۶

قیام میں شرکت نہیں کی جائے گی۔ روایت میں آگے آیا ہے کہ امام رضاؑ نے عبید بن زرارہ کی سمجھ اور استدلال کی تصدیق کی۔[1]

سبب صدور کی روشنی میں حدیث کو سمجھنا: حدیث کو سمجھنے کے لئے بہت سے اصول و ضوابط ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم ان اسباب اور ماحول کو جانیں جن کی وجہ سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ یہ اسباب یا تو روایات کے متن میں موجود ہوتے ہیں، یا حدیث کے سیاق و سباق کی روشنی میں سمجھ میں آتے ہیں یا کسی اور حدیث میں ان کی طرف اشارہ ملتا ہے۔[2]

امام رضاؑ سے منقول ایک حدیث کے مطالعہ سے اس ضابطے کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ ابان بن احمر کہتے ہیں کہ میرے ایک دوست نے حضرت ابوالحسن (امام رضاؑ) کو اپنے شہر میں بیماری کے پھیلنے کے بارے میں خبر دی اور خاص طور پر یہ سوال کیا کہ کیا میں اس شہر سے نقل مکانی کر سکتا ہوں؟ حضرتؑ نے فرمایا: ہاں۔

اس شخص نے کہا: اگر ہمارے علاقے میں طاعون آ جائے تو کیا میں وہاں سے نقل مکان کر سکتا ہوں؟

حضرتؑ فرمایا: ہاں۔

اس شخص نے دوبارہ پوچھا کہ طاعون میرے گھر میں بھی داخل ہو گیا ہے، کیا میں اپنا گھر بدل سکتا ہوں؟

پھر حضرتؑ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے کہا: ہم رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

اَلْفِرَارُ مِنَ الطَّاعُونِ کَالْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ ۔ترجمہ: طاعون سے بھاگنا جنگ سے بھاگنے کے برابر ہے۔

امامؑ نے فرمایا:

۱۔ عیون اخبار الرضا (ج ۱۲)، ص ۳۱۱

۲۔ ابن حمزہ دمشقی، البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف (ج ۱) مقدمہ

رسول خداؐ نے یہ بات ان سپاہیوں کے بارے میں فرمائی تھی جو سرحدوں پر جہاد میں مشغول تھے، اس دوران طاعون پھیل گیا اور سپاہیوں نے اپنے ٹھکانے خالی کرنا اور جنگ سے فرار ہونا شروع کر دیا، اور پیغمبرؐ نے ان کے بارے میں فرمایا :طاعون سے بھاگنا جنگ سے بھاگنے کے مترادف ہے۔[1]

۵-روایات کے ظاہری تضاد سے متعلق طریقے

ایک اور رکاوٹ جو احادیث سے صحیح استدلال پر اثر انداز ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ مخاطب کو ظاہری طور پر متضاد اور متعارض احادیث کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مسئلہ کبھی کبھی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ صحیح احادیث میں بھی توقف کا سبب بن سکتا ہے۔ حضرات معصومینؑ، اور خاص کر امام رضاؑ بھی، اس طرح کے مسئلے کو روکنے کے لیے بہت سے طریقے بیان فرمائے ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر ذیل میں کیا جا سکتا ہے:

متشابہ احادیث کی موجودگی پر توجہ اور محکمات کی طرف رجوع کا طریقہ: امام رضاؑ سے مروی ایک روایت کے مطابق، معصوم اماموں کی روایات میں قرآنی آیات کی طرح متشابہات موجود ہیں، جن کے صحیح معنی کو سمجھنے کے لیے اماموںؑ کے محکم اخبار کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے[2]۔ اخبار میں متشابہ اخبار کا موضوع، لفظی اشتراک سے کہیں بڑھ کر ہے؛ کیونکہ لفظ یا متشابہ حدیث میں الفاظ کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے، اور نتیجتاً تاویل ضروری ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام صادقؑ سے منقول ہے:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً لِيُمَارِيَ بِهِ اَلسُّفَهَاءَ أَوْ يُبَاهِيَ بِهِ اَلْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُقْبِلَ بِوُجُوهِ اَلنَّاسِ إِلَيْهِ فَهُوَ فِي اَلنَّارِ۔

ترجمہ: جو شخص علم اس لیے سیکھے کہ اس سے بیوقوفوں سے جھگڑے، یا علماء پر فخر کرے، یا لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف متوجہ کرے، تو وہ آگ میں ہے۔

۱۔ تفصیل وسایل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج ۲) ص ۴۳۱

۲- بحار الانوار (ج ۲) ص ۱۵۸

امام رضاؑ نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

السُّفَهَاءُ سے مراد مذہبی مخالفین، الْعُلَمَاءُ سے مراد معصوم امام ہیں، اور لِيَقْبِلَ بِوُجُوهِ النَّاسِ إِلَيْهِ سے مراد امامت کے بارے میں مدعیان کا ناحق دعویٰ ہے[۱]۔

دیگر معصومینؑ سے مروی بعض روایات کی تخصیص: فقہ الحدیث میں ایک اہم نکتہ عام اور خاص روایات پر توجہ دینا ہے، جس میں عام روایت کو خاص روایت کے ساتھ دیکھنا چاہیے تاکہ مکمل معنی اخذ کیے جا سکیں۔ حضرت امام رضاؑ نے بعض روایات میں بالواسطہ طور پر اس موضوع کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور خاص روایات پر توجہ کی ضرورت کو بیان فرمایا ہے۔

احمد بن محمد نے امام باقرؑ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ نماز میں اگر چاہو تو قنوت پڑھو اور اگر چاہو تو نہ پڑھو۔ امام رضاؑ نے اس عام روایت کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم تقیہ کی حالت میں ہو تو قنوت نہ پڑھو اور میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں[۲]۔

تقیہ پر محمول کرنا: شیعہ فرقہ کی بعض روایات، خاص طور پر فقہی احکام کے بارے میں، تقیہ کے طور پر وارد ہوئی ہیں۔ تقیہ کے سلسلہ میں ہر امامؑ کا اپنا طرز عمل ہے کیونکہ بعض اماموں کے دور اور ان کی سماجی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ان کے یہاں تقیہ کا امکان بہت ہی کم یا نہ کے برابر ہے جب کہ بعض امام ایسے دور میں زندگی گزار رہے تھے کہ انہیں زیادہ تر تقیہ کرنا پڑتا تھا۔ حضرت علیؑ اپنے دور امامت میں مدینہ اور کوفہ (۳۵-۴۰ قمری) میں ایسے مقام پر تھے کہ انہیں فقہی روایات کے سلسلہ میں بہت کم تقیہ سے کام لینا پڑتا تھا۔

آیت اللہ گلپایگانی نے اس بات کی یوں وضاحت کی ہے:

امیر المومنین لم یکن فی تقیه فی بیان مسائل الشرعیه۔ ترجمہ: حضرت علیؑ شرعی مسائل کے بیان کے سلسلہ میں تقیہ سے کام نہیں لیتے تھے۔[۳]

۱- معانی الاخبار، ص ۱۸۰

۲- طوسی، محمد بن حسن، الاستبصار فیما اختلف من الاخبار (ج۱) ص ۳۴۰

۳- الہدایۃ الی من لہ الولایۃ، ص ۸۱ و ۳۵۲

اس کے مقابلے میں، امام باقرؑ کے دور اور اس کے بعد کے دور کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔امام محمد باقرؑ سے بہت سی فقہی روایات نقل کی گئی ہیں جن میں سے بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جنہیں ہم تقیہ پر محمول کر سکتے ہیں۔ اس گھٹن زدہ ماحول میں جو ائمہؑ اور ان کے اصحاب کے خلاف پیدا کیا گیا تھا، شیعہ تحریک کا تسلسل اور بقا مختلف عوامل پر منحصر تھا، جن میں ان کی طرف سے واقع کے خلاف احادیث کا صادر ہونا بھی شامل تھا، جنہیں اصطلاحاً تقیہ کی احادیث کہا جاتا ہے[۱]۔

یہ عمل (تقیہ) ایک عام حکمت عملی اور نقصان اور خطرے سے بچنے کا ایک معقول طریقہ ہے، جس کی بنیادیں نص اور اسلام کے مقدس شرع میں ہونے سے پہلے عقل اور انسانی فطرت میں ہیں۔ ائمہ معصومین علیہم السلام سے بہت سی ایسی روایات موجود ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ ضرورت پڑنے پر تقیہ کیا جا سکتا ہے لہٰذا، احادیث اور خاص کر فقہی احادیث کے پڑھتے وقت اس بات پر توجہ دینا ضروری ہے کہ صادر ہونے والے حکم کے تقیہ ہونے کا امکان موجود ہے، اور روایت کو صحیح طریقہ سے سمجھنے کے لیے گہری توجہ کی ضرورت ہے۔

زرارہ، امام باقرؑ سے نقل کرتے ہیں:

> تقیہ ہر اس معاملے میں ہے جہاں ضرورت تقاضا کرے اور ضرورت مند اس بات کو زیادہ جانتا ہے کہ کب تقیہ کرنی چاہیے[۲]۔

یا ایک اور حدیث میں معمر بن یحییٰ نے آپؑ سے نقل کیا ہے:

> كُلُّ مَا خَافَ اَلْمُؤْمِنُ عَلَى نَفْسِهِ فِيهِ ضَرُورَةٌ فَلَهُ فِيهِ اَلتَّقِيَّةُ۔ ترجمہ: جس جگہ اور جس وقت بھی مومن اپنی جان پر خوف محسوس کرے، وہاں ضرورت ہے اور اس کے لیے تقیہ جائز ہے۔[۳]

۱۔ کاردان پور، محمد حسن، معیارہای شناخت احادیث تقیہ آمیز، علوم حدیث، ص ۲۳

۲۔ کافی (ج ۲) ص ۲۱۹

۳۔ حر عاملی، محمد بن حسن، ہدایۃ الامہ الی احکام الائمہ (ج ۷، ص ۵۴۷

اس قسم کی روایات اتنی زیادہ ہیں کہ بعض محققین نے انہیں حد استفاضہ سے زیادہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں تواتر معنوی کا دعویٰ کرنا بعید نہیں[۱]۔ حسین بن خالد امام رضاؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا:

> اس کا دین نہیں جو پرہیزگار نہیں اور اس کا ایمان نہیں جو تقیہ نہیں کرتا۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے معزز وہ ہے جو تقیہ پر زیادہ عمل کرے۔

حضرتؑ سے کہا گیا: اے فرزند رسول! کب تک؟ امامؑ نے فرمایا:

> قیامت کے دن تک، اور وہ دن ہے جب ہمارے اہلبیت کا قائم خروج کرے گا۔ پس جو شخص ہمارے قائم کے خروج سے پہلے تقیہ ترک کرے گا وہ ہم میں سے نہیں[۲]۔

اہل سنت کی کتب جیسے صحاح و مسانید، کتب تراجم اور سیرت میں رسول اکرمؐ سے بہت سی روایتیں نقل کی گئی ہیں جن میں سے بعض سے تقیہ کا مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے۔[۳]

یہ بات قابل ذکر ہے کہ تقیہ پر مبنی ہر حکم یا حدیث کے مقابلے میں اماموں سے اس سے بھی زیادہ احکام اور احادیث وارد ہوئی ہیں، جس کی وجہ سے حقیقت کی تلاش کرنے والے حق تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ امام رضاؑ کے دور میں آپ کی ثقافتی اور علمی سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت نے آپؑ کے حق کو جزوی طور پر تسلیم کر لیا اور اس کی بنیادی وجہ بھی زیادہ تر اپنی حیثیت کو مستحکم کرنا اور سیاسی-مذہبی بغاوتوں کو روکنا تھی۔ اس کے بعد تقیہ کی شدت کم ہو گئی اور حکومت نے اہل بیتؑ کے حق کو ضمنی طور پر تسلیم کرنے کے بعد، فقہی احکام کے نفاذ میں ان کے مذہب کی پیروی کرنا شروع کر دی، یہاں تک کہ مامون عباسی نے نکاح متعہ پر پابندی کو باضابطہ طور پر ختم کرنے کا ارادہ کیا[۴]۔

مزید برآں، قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام رضاؑ کی خراسان میں موجودگی کے دوران، جب اسلامی

۱- بجنوردی، سید محمد حسین، القواعد الفقیہ، ص ۵۱

۲- صدوق، ابو جعفر محمد بن علی، کمال الدین و تمام النعمہ، ص ۳۷۱

۳- بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (ج ۸) ص ۳۸؛ سیوطی جلال الدین، الدر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ، ص ۸۷

۴- خطیب بغدادی، احمد رضا، الکفایۃ فی معرفۃ الروایۃ (ج ۱۴) ص ۲۲

معاشرے کے فقہی مسائل حکومتی دائرۂ کار میں آتے، تو خلیفہ ان کے حل اور تبیین کے لیے امامؑ کی طرف رجوع کرتا تھا۔ مثال کے طور پر، نیشاپور سے مامون کو خط لکھا گیا کہ ایک مجوسی شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس کا بہت سا مال مسکینوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیا جائے اور نیشاپور کے قاضی نے وہ مال مسلمانوں کے محتاجوں میں تقسیم کر دیا ہے؟! مامون نے امام رضاؑ سے پوچھا: اس بارے میں آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا:

> مجوسی، مسلمانوں کے فقراء کو صدقہ نہیں دیتا اور جو مال مسلمانوں کے فقیروں کو دیا گیا ہے، اس کے برابر مال مسلمانوں کے صدقات (بیت المال) سے لے کر مجوسی فقراء کو دے دیا جائے[1]۔

تاہم، ان تمام باتوں کے باوجود جب معاملہ حکومت یا روایات کے الفاظ میں امر سے متعلق ہوتا، تو چونکہ یہ براہِ راست حکومتی دائرہ سے جڑا ہوا تھا، اور ظاہر ہے کہ عباسی خلافت اپنے تمام تر ضعف کے باوجود کسی بھی ایسی مخالفت کو برداشت نہیں کر سکتی تھی جو اس کی اساس سے متصادم ہو، لہٰذا اس دور میں بھی کسی نہ کسی حد تک تقیہ کا پہلو موجود رہا لہٰذا، حسین بن خالد کی روایت میں ہم نے دیکھا کہ امام رضاؑ نے فرمایا: وہ شخص دین نہیں رکھتا جو تقیہ نہیں کرتا۔

ظاہری طور پر متعارض روایات کے مسئلہ کو حل کرنا: متعارض روایات کی شناخت اور ان کے حل کا طریقہ فقہ الحدیث کی ایک شاخ ہے۔ اختلاف کے اسباب اور ان کے ازالہ کے طریقوں کو جاننا ایک باب میں موجود آراء کے تشتت کو کم کرتا ہے اور صحیح بات تک پہنچنے میں مؤثر ہوتا ہے، اور شاید اسی بنا پر پہلے کے علماء نے اس میں مہارت کو اجتہاد کے درجے تک پہنچنے اور فتویٰ دینے کی مسند پر بیٹھنے کی اہلیت کی علامت قرار دیا ہے[2]۔ شیعہ حدیث کی کتب پر ایک سرسری نظر اور ابواب کے عنوانات پر توجہ سے

۱۔ وسایل الشیعہ الی تحصیل الشریعہ، ص ۱۳

۲۔ سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر (ج ۲) ص ۱۷۵

معلوم ہوتا ہے کہ معصوم اماموں، خاص طور پر حضرت رضاؑ کی روایات میں بھی تعارض کے اسباب اور اس کے حل کے طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے[۱]۔

عبدالسلام بن صالح ہروی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت رضاؑ سے عرض کیا: یا بن رسول اللہ! آپ کے آباؤاجداد سے روایت ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں جماع کرے یا افطار کرے، اسے تین کفارے ادا کرنے ہوں گے، اور دوسری حدیث میں ایک کفارہ کی بات کہی گئی ہے، ہم ان دونوں خبروں میں سے کسے قبول کریں؟ حضرتؑ نے فرمایا:

> دونوں پر عمل کرو۔ جب کوئی شخص رمضان کے مہینے میں اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسرے سے یعنی حرام طریقے سے جماع کرے یا حرام طریقے سے افطار کرے تو اسے تین کفارے ادا کرنے ہوں گے: ایک غلام آزاد کرے، دو مہینے مسلسل روزے رکھے، اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اور اس دن کے روزے کی قضا بھی کرے؛ اور اگر اپنی بیوی سے جماع کرے یا حلال طریقے سے افطار کرے تو اس پر صرف ایک کفارہ لازم ہے اور اس دن کے روزے کی قضا بھی۔ اور اگر بھول کر کوئی مفطر کام کرے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔[۲]

ایک اور حدیث میں ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کہتے ہیں کہ میں حضرت رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! مجھے اس درخت کی حقیقت بتائیں جس سے آدم اور حوا نے کھایا، کیونکہ لوگ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گندم تھا، اور بعض نے اسے انگور کا درخت مانا ہے اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ حسد کا درخت تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا:

یہ سب سچ ہے۔

میں نے عرض کیا: تو پھر اس کا کیا معنی ہے اور یہ اختلاف کیا ہے؟

۱۔ تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج۱۸) ص ۷۵

۲۔ عیون اخبار الرضا (ج۱) ص ۲۵۴

حضرتؑ نے فرمایا:

اے ابوالصلت! جنت کا درخت مختلف اقسام کے پھل دیتا ہے اور دنیا کے درختوں جیسا نہیں ہے، اور وہ درخت جس سے آدم اور حوا نے کھایا تھا، وہ گندم کا درخت تھااور انگور بھی دیتا تھا۔[1]

۶. لوگوں کے سوالات کا جواب دینا

اگر کوئی شخص کسی اصول یا حکم کے بارے میں جاننے کے لئے معصومین علیہم السلام کے پاس آتا تھا تو امامؑ سوال کرنے والے اور اس کے سوالوں کے مطابق اسے مختلف طریقوں سے جواب دیتے تھے جن میں سے ایک قرآنی استدلال کی بنیاد پر جواب دینا ہے۔

ابوہاشم سے مروی ایک روایت میں ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا: کیا اللہ کو بیان کیا جا سکتا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں!

حضرتؑ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں پڑھا: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ؟ (آنکھیں اسے نہیں پا سکتیں اور وہ آنکھوں کو پالیتا ہے)۔

میں نے کہا: کیوں نہیں!

حضرتؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ابصار کیا ہے؟

میں نے کہا: آنکھوں سے دیکھنا۔

حضرتؑ نے فرمایا: دلوں کے خیالات آنکھوں کی بینائی سے زیادہ طاقتور ہیں۔ خیالات اسے نہیں پا سکتے اور وہ خیالات کو پاتا ہے[2]۔

۱۔ عیون اخبار الرضا (ج۱) ص ۳۰۷

۲۔ الکافی (ج۱) ص ۹۸؛ التوحید، ص ۱۱۲

دوسری حدیث میں امام رضاؑ کے خادم محمد بن عبداللہ خراسانی سے منقول ہے کہ ایک زندیق حضرت امام رضاؑ سے سوال کرتا ہے: کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ خدا ایک شیء ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا:

ہاں، خود اس نے اپنے کلام میں اپنے لیے شیء کا اطلاق کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:
قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ[1]۔ ترجمہ: کہو کون سی چیز شہادت کے اعتبار سے بڑی ہے؟ کہو اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔
لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ[2]۔ ترجمہ: پس وہ ایک شیء ہے، اس جیسی کوئی شیء نہیں۔[3]

آنحضرتؑ لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لئے حدیث نبوی سے بھی استناد کرتے تھے۔ اسماعیل بن سعد الاشعری کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن الرضاؑ سے کہا: اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ اپنے بعض رشتہ داروں سے تعلقات منقطع کرلے گا تو اس کی کیا صورت ہے؟

حضرتؑ نے اس کے جواب میں نبی اکرمؐ کی ایک حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرمایا:

میرے جد، رسولِ خداؐ نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی پر کوئی نذر معتبر نہیں ہوتی، اور صلۂ رحمی کو منقطع کرنے کے لیے کھائی جانے والی قسم پر عمل واجب نہیں ہے[4]۔

بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی سوال پیدا ہوتا، لیکن وہ حیا یا مصلحت کے باعث امام معصومؑ سے براہِ راست دریافت کرنے میں تامل کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر حضرت امام رضاؑ خود اس مسئلے کو بیان فرماتے اور اس کا جواب دیتے تھے۔ سلیمان جعفری، امام رضاؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:
کیا تم جانتے ہو کہ اسماعیل کو صادق الوعد کیوں کہا گیا؟

۱۔ سورہ انعام، آیت ۱۹
۲۔ سورہ شوری، آیت ۱۲
۳۔ عیون اخبار الرضا (ج۱) ص ۱۳۴
۴۔ الکافی (ج۷) ص ۴۴۰؛ ملاذ الاخیار فی فہم تہذیب الاخبار (ج۱۴) ص ۲۶

میں نے کہا: نہیں جانتا۔

حضرتؑ نے فرمایا: انہوں نے ایک شخص سے وعدہ کیا اور ایک سال تک اس کا انتظار کیا۔[۱]

اسی طرح ریان بن شبیب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں ماہ محرم کے پہلے دن حضرت رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

اے ابن شبیب! کیا تم نے روزہ رکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جب زکریا نے قاضی الحاجات کے دربار میں دعا کی اور عرض کیا: رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (اے میرے پروردگار! مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔[۲]) اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ انہیں ندا دیں جبکہ وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے: أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ (اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔[۳]) اور جو شخص اس دن روزہ رکھے اور دعا کرے، اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے جیسا کہ اس نے زکریا کی دعا کو قبول فرمایا تھا[۴]۔

کبھی کبھی آپؑ زمانے کے حالات اور مخاطب کے تقاضے کے مطابق جواب دینے کے لئے ایسی باتوں سے استدلال کرتے تھے جو مخاطب کے لیے قابل قبول اور حجت ہوتی تھیں، اور اس طرح اسے قائل کیا جاتا تھا۔ اس طریقے کو جدال احسن کی بنیاد پر لوگوں کو جواب دینا کہا جاتا ہے۔

تمیم بن عبداللہ قرشی نے ابو الصلت ہروی سے روایت کی ہے کہ مامون الرشید نے ایک دن

۱۔ عیون اخبار الرضا (ج ۲) ص ۷۹

۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۳۸

۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۳۹

۴۔ جزائری ۱۴۲۷، نعمت اللہ، ریاض الابرار فی مناقب الائمہ الاطہار (ج ۱) ص ۱۸۸

حضرت رضاؑ سے کہا: اے ابوالحسن! مجھے بتائیں کہ آپ کے جد امیر المؤمنینؑ جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے کیوں کہلائے اور اس کا کیا معنی ہے اور یہ کیسے ثابت ہوتا ہے، کیونکہ میں نے اس بارے میں بہت سوچا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا:

کیا تمہارے والد اور آبا واجداد نے عبداللہ بن عباس سے یہ روایت نہیں کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا: علیؑ سے دوستی ایمان ہے اور ان سے دشمنی کفر ہے؟

مامون نے کہا: ہاں۔

امامؑ نے فرمایا:

اگر ان کی دوستی جنت اور ان کی دشمنی جہنم کا سبب ہے، تو اس صورت میں وہ جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہوں گے۔

مامون نے کہا: خدا مجھے آپ کے بعد زندہ نہ رکھے اے ابوالحسن! میں تصدیق کرتا ہوں کہ بے شک آپ رسول خداؐ کے علم کے وارث ہیں۔

ابوالصلت کہتے ہیں کہ جب حضرت رضاؑ اپنے گھر واپس لوٹے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یا ابن رسول اللہ! آپ نے امیر کو کتنا اچھا جواب دیا!

امامؑ نے فرمایا:

میں نے اس سے اسی طریقے سے بات کی جسے وہ حجت مانتا تھا، یعنی مجادلہ بالتی احسن (بہترین طریقے سے بحث)[1]

۱۔ عیون اخبار الرضا (ج ۲) ص ۱۸۶

احادیث کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرتؑ نے سوال اور سوال کرنے والے کے تقاضے کے مطابق مختلف انداز میں جواب مرحمت فرمائے ہیں۔ ان میں برہان و استدلال کے ذریعے جواب دینا[۱]، منطقی تقسیمات کی بنیاد پر مسئلہ کو واضح کرنا[۲] اور دیگر متعدد اسالیب شامل ہیں۔

نتیجہ

فقہ الحدیث کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معصوم اماموں کے کلام کے حقیقی مفہوم اور مقصد پر ان کے اپنے زمانے سے ہی توجہ دی گئی ہے اور سنت و حدیث سے تمسک کی ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ حدیث کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے کچھ اصول و ضوابط قائم کئے جائیں۔

اہلبیت علیہم السلام کی روایات سے، جن میں امام رضاؑ کی روایات بھی شامل ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگواروں کا مقصد اپنے پیروکاروں کو احادیث کے صحیح فہم کے اصول اور طریقے سکھانا تھا۔ وہ یہ کوشش کرتے تھے کہ اپنے اصحاب کو حدیث کی تنقید کے مبادی سے آشنا کریں اور روایات کو سمجھنے کے اصول و ضوابط انہیں منتقل کریں تاکہ ان روایات کی تقلید کرتے ہوئے ان کے پیروکار دیگر روایات کو سمجھ سکیں۔ یہ کام بعض صورتوں میں صراحت سے اور بعض صورتوں میں اماموں کی تعلیمات کے دوران انجام پایا۔

امام رضاؑ کی روایات کے تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں کو بروئے کار لایا جانا چاہئے:

- نص قرآن کے خلاف نہ ہونا
- متن کے دلالت کی وضاحت
- امام سے منقول حدیث کے سلسلہ میں غلط فہمی اور غلط تشریح پر توجہ
- متشابہ احادیث کی موجودگی پر دھیان دینا اور محکمات کی طرف رجوع کا طریقہ

۱- منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ (ج۲۱) ص ۵۳۶

۲- ابن بابویہ، محمد بن علی، علل الشرائع (ج۱) ص ۱۷۴

- ❖ لوگوں کی سمجھ بوجھ کے فرق کو دھیان میں رکھنا
- ❖ حدیث کی تقطیع کو ذہن میں رکھنا
- ❖ حدیث کے الفاظ کے معانی میں وسعت
- ❖ الفاظ کے معنی کی پہچان
- ❖ سبب صدور کی روشنی میں حدیث کو سمجھنا
- ❖ جعل حدیث کے رجحان پر توجہ دینا
- ❖ تحریف پر توجہ اور اصل حدیث کا بیان کرنا

منابع و مآخذ

- ❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، معانی الاخبار، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹ھ
- ❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، الخصال، محقق: غفاری، علی اکبر، جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۶۲ش
- ❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، علل الشرائع، کتاب فروشی داوری، قم، ۱۳۸۵ھ
- ❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، التوحید، محقق: حسینی، ہاشم، جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۹۸ھ
- ❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، عیون اخبار الرضا، محقق: لاجوردی، مہدی، نشر جہان، تہران، ۱۳۷۸ھ
- ❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، امالی، موسسہ بعثت، قم، ۱۴۱۷ھ
- ❖ ابن حمزہ دمشقی، شریف ابراہیم، البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ❖ ابن صلاح، عثمان بن عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن صلاح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
- ❖ ابن عربی، محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، دار الجیل، بیروت، ۱۴۰۸ھ
- ❖ ابن ماجہ، الحافظ ابی عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، دار الفکر، بیروت، ۱۳۳۸ھ
- ❖ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار الفکر، بیروت
- ❖ اربلی، علی بن عیسی، کشف الغمہ فی معرفہ الائمہ، محقق: رسولی محلاتی، سید ہاشم، بنی ہاشمی، بنی ہاشمی، ۱۳۸۱ھ
- ❖ آذرپور، جلیل، بررسی روش فقہ الحدیثی علامہ مجلسی در ملاذ الاخیار، دانشگاہ فردوسی مشہد، ۱۳۹۰ش
- ❖ آقا بزرگ تہرانی، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، دار الاضواء، بیروت، ۱۴۰۳ھ
- ❖ ایزدی، مہدی، روش فہم الحدیثی کلینی در شرح احادیث کافی، مطالعات فہم حدیث، شمارہ ۳، ۱۳۹۴ش

- بجنوردی، سید محمد حسن، القواعد الفقهیه، دلیل ما، قم، ۱۳۸۶ش
- بحرانی اصفهانی، عبدالله بن نورالله، عوالم العلوم والمعارف والاحوال من الآیات والاخبار والاقوال، (مستدرک سیدة النساء الی الامام الجواد)، محقق: موحد ابطحی اصفهانی، محمد باقر، موسسه الامام المهدی، ۱۴۱۳ه
- بحرانی، سید هاشم بن سلیمان، البرهان فی تفسیر القرآن، محقق: قسم الدراسات الاسلامیه موسسه بعثه، قم، ۱۳۷۶ه
- بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت
- برقی، احمد بن محمد بن خالد، المحاسن، محقق: محدث، جلال الدین، دار الکتب الاسلامیه، قم، ۱۳۷۱ه
- جزائری، نعمت الله بن عبدالله، ریاض الابرار فی مناقب الائمه الاطهار، موسسه التاریخ العربی، بیروت، ۱۴۲۷ه
- جعفری هرندی، محمد، ملاک و چگونگی به کارگیری قرینه در دوره حضور معصومان، پژوهش های فقه و حقوق اسلامی، بهار ۹۳، شماره ۳۵، ۱۳۹۳ش
- جوهری، اسماعیل بن حماد، الصحاح، تاج اللغه و صحاح العربیه، محقق: عطار، احمد عبد الغفور، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۳۷۶ه
- حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعه الی تحصیل الشریعه، موسسه آل البیت لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۵ه
- حر عاملی، محمد بن حسن، هدایة الامة الی احکام الائمة، مجمع البحوث الاسلامیه، مشهد، ۱۴۱۶ه
- حر عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسائل الشیعه الی تحصیل مسائل الشریعه، اسلامیه، تهران، ۱۴۰۳ه
- حر عاملی، محمد بن حسن، اثبات الهداة بالنصوص والمعجزات، اعلمی، بیروت، ۱۴۲۵ه
- حریری، محمد یوسف، فرهنگ اصطلاحات حدیث، انتشارات هجرت، قم، ۱۳۸۱ش
- خطیب بغدادی، احمد بن علی، الکفایة فی علم الروایة، دار الکتب العربی، بیروت
- خطیب بغدادی، احمد بن علی، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، دار الکتب العلمیه، بیروت، ۱۹۷۱ء
- دشتی، علی، بررسی روش فقه الحدیثی ملاصدرا در کتاب شرح اصول کافی، دانشگاه رازی، ۱۳۹۰ش
- راد، علی، روش شناسی فقه الحدیثی شیخ بهائی، مجلّه علوم حدیث، شماره ۶۹ و ۷۰، ۱۳۸۷ش
- راغب اصفهانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، دار القلم - الدار الشامیه، بیروت، ۱۴۱۲ه
- ربانی، محمد حسن، دانش درایة الحدیث، دانشگاه علوم اسلامی رضوی، مشهد، ۱۳۹۳ش
- رمضان نژاد، علی، روش فهم احادیث اعتقادی رضوی مبتنی بر شناخت مذاهب کلامی، دانشگاه امام صادق، تهران، ۱۳۹۶ش

- سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۱ء
- سیوطی، جلال الدین، الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبعہ الحلبی
- سیوطی، جلال الدین، التدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، دار الکتاب العربی، بیروت
- شہید ثانی، زین الدین بن علی، الرعایۃ فی علم الدرایۃ، بہ کوشش: عبدالحسین محمد علی بقال، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم
- صدوق، ابو جعفر محمد بن علی، کمال الدین و تمام النعمہ، اسلامیہ، تہران، ۱۳۹۵ھ
- طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد المعجم الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء
- طوسی، محمد بن الحسن، الاستبصار فیما اختلف من الاخبار، محقق: خرسان، حسن الموسوی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۹۰ھ
- عاملی، زین الدین (شہید ثانی)، الدرایۃ فی علم الروایۃ، مجمع علمی اسلامی، ۱۴۰۶ھ
- عاملی، زین الدین (شہید ثانی)، الدرایۃ فی شرح البدایۃ، مطبعۃ النعمان، نجف
- عیاشی، ابونصر محمد بن مسعود، تفسیر العیاشی، موسسۃ الاعلمی، بیروت، ۱۹۱۱ء
- غروی نائینی، نہلہ، فقہ الحدیث و روش ہای نقد متن، دانشگاہ تربیت مدرس، تہران، ۱۳۷۹ش
- غلامی نسب، فرشتہ، بررسی روش ہای فقہ الحدیثی شیخ طوسی در تہذیب الاحکام، دانشگاہ ایلام، ۱۳۸۹ش
- فقہی زادہ، عبدالہادی؛ عمارتی الہ یاری، زہرا، مبانی فقہ الحدیثی سید عبداللہ شبیر در مصابیح الانوار فی حل مشکلات الاخبار، مجلّہ علوم حدیث، شمارہ ۲۷، زمستان، ۱۳۹۰ش
- قاسم پور، محسن؛ پورافضلی، مریم، روش شناسی فقہ الحدیثی صاحب معالم در کتاب منتقی الجمان فی الأحادیث الصحاح والحسان، کتاب قیم، شمارہ ۱۳، پائیز و زمستان ۱۳۹۶ش
- کاردان پور، محمد حسن، معیارہای شناخت احادیث تفسیری امیر، علوم حدیث، شمارہ ۵۹، ۱۳۹۰ش
- کتانی، محمد بن عمر، رجال الکشی - اختیار معرفۃ الرجال، محقق: طوسی، محمد بن الحسن المصطفوی، حسن، موسسہ نشر دانشگاہ مشہد، ۱۴۰۹ھ
- کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، بہ تصحیح علی اکبر غفاری، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۶۳ش

- مامقانی، عبداللہ، تنقیح المقال فی علم الرجال، مطبعۃ المرتضویہ، نجف، ۱۳۵۲ھ
- مامقانی، عبداللہ، مقباس الہدایۃ فی علم الدرایۃ، موسسۃ آل البیت، قم، ۱۴۱۱ھ
- متقی ہندی، کنز العمال، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
- مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، ملاذ الاخیار فی فہم تہذیب الاخبار، محقق: رجائی، مہدی، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۶ھ
- مجلسی، محمد تقی بن مقصود علی، روضۃ المتقین فی شرح من لایحضرہ الفقیہ، محقق: موسوی کرمانی، حسین و اشتری دارانی، علی پناہ، مؤسسۃ فرہنگی اسلامی کوثر، قم، ۱۴۰۶ھ
- مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، ۱۴۰۳ھ
- مجلسی، محمد باقر، مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۴ھ
- محمودی، عباس، روش فقہ الحدیثی علامہ طباطبائی در المیزان، حسنا، شمارہ ۲۳، ۱۳۹۳ش
- مسعودی، عبدالہادی، روش فہم حدیث، انتشارات سمت و دانشکدہ علوم حدیث، تہران، ۱۳۹۶ش
- معارف، زہرا، مبانی و روش ہای فقہ الحدیثی شیخ صدوق در کتاب معانی الاخبار، دانشگاہ قم، ۱۳۹۷ش
- معارف، مجید، پژوہشی در تاریخ حدیث شیعہ، انتشارات ضریح، تہران، ۱۳۸۴ش
- معارف، مجید، شناخت حدیث: مبانی فہم متن-اصول نقد سند، نیا، تہران، ۱۳۸۷ش
- میر حسینی، مرضیہ سادات، مبانی فقہ الحدیثی شیخ مفید، دانشگاہ مازندران، ۱۳۹۱ش
- ہاشمی خوئی، مرزا حبیب اللہ، منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ، مترجم: حسن زادہ آملی، حسن؛ کمرہ ای، محمد باقر، محقق: میانجی، ابراہیم، مکتبۃ الاسلامیہ، تہران، ۱۴۰۰ھ ق
- ہیثمی، نور الدین، کشف الاستار، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ ق